بسم اللہ الرحمن الرحیم

خود قرآن کیا کہتا ہے ؟

مولفہ

جناب سید شہاب الدین تنہاؔ

ناشر

ندوۃ المصنفینِ مہدویہ حیدرآباد

آندھرا پردیش

تبیعتِ تامه

اور

خود

قرآن

کیا

کہتا

ہے ؟

مولفہ

جناب سید شہاب الدین تنہاؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خود قرآن کیا کہتا ہے؟

اللہ پاک کا ارشاد ہے :- قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ۟ؕ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ وَ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ (سورۃ یوسف آیت 108)

ترجمہ :- یعنی کہدو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے (تمہیں بطریق دعوت) بلاتا ہوں بینائی پر، میں اور وہ جو میرا تابعِ تام (مہدیؑ) ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

بہتیرے مفسیرینِ کرام نے اس آیت کے معانی و مطالب بیان کرنے میں وہی دور از کار تلاوت کا طریقہ اختیار کیا ہے جیسا کچھ قرآن کی دوسری آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں ان کا اپنا ایک اصول ہے حالانکہ وہ تفسیر بالرائے کے قائل بھی نہیں ہیں۔اس معاملہ میں متجدّدین اور زمانۂ حال و ماضی قریب کے تو تمام ہی مفسرین، متقدمین سے کچھ آگے ہی نظر آئیں گے۔ آیتِ مذکورالصدر میں ایک لفظ آیا ہے "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" "مَنۡ" ضمیرِ واحد غائب ہے، بلحاظِ موقع و محل یہ صیغہ جمع بھی استعمال میں آتا ہے۔ جیسے وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾ (بنی اسرآءیل۔آیت 72) ترجمہ :-(اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستہ

سے بھٹکا ہوا ہوگا) لیکن آیت مافوق میں "مَنْ" کو بصیغۂ جمع استعمال کرنے کے لئے کوئی قرینۂ عادلہ نظر نہیں آتا۔ اس کے چند وجوہ ہیں جن پر گفتگو آگے آئے گی تاہم جو حضرات اس لفظِ "مَنْ" کو کسی طرح بصغیۂ واحد استعمال کرنے کے حق میں نہیں ہیں اور بضد ہیں کہ اس سے جمع ہی مراد لی جائے نحوی گنجایشوں سے ہٹ کر سیاقِ آیت اور حدیثِ شریف سے انھیں اپنے اختیار کئے ہوئے موقف کی تائید میں دلیل لانی چاہیئے۔ مجھے تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ اگر وہ "مَنْ" کی ضمیر کو بصغیۂ واحد بحال رکھیں تو ممکن ہے یہ بات اُن کے لئے مستقل دردِ سر کا باعث بن جائے۔ اُن کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نبیِ کریم ﷺ کے بعد ساری امتِ مسلمہ میں ایک واحد ذات حضورِ ولایت مآب امامنا مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ہے جو اس ضمیرِ "مَنْ" کا مرجع قرار پاتی ہے۔ بعض علمائے تفسیر، کو تو اپنی مرضی کے مطابق معانی و مطالب کے نئے نئے شگوفے کھلانے میں بڑا کمال حاصل ہے اور قرآن ہی دنیا میں وہ واحد مظلوم کتاب ہے جس پر ان کرم فرماؤں نے سب سے زیادہ مشق ناز فرمائی ہے۔ انہوں نے نحوی گنجایشوں سے جی بھر کے فائدہ اٹھایا اور یہاں بھی بصیغۂ جمع ترجمہ کرکے ہر عامی جاہل کو بھی اس لفظِ "مَنْ" کا مصداق ٹھیرالیا۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ ذہن صیغۂ جمع کی بھول بھلیاں میں بھٹکتا رہے اور کسی طرح سے ذاتِ مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل ہونے نہ پائے۔ یہ رہی اُن کی تدبیر، قرآن سے مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت فراہم نہ ہونے دینے کی۔

مندرجہ صدر آیتِ کریمہ میں هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ کے بعد سب سے پہلے اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰي بَصِيْرَةٍ کے الفاظ غور طلب ہیں، اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ، پر گفتگو کا مرحلہ تو بعد آئے گا۔ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰي بَصِيْرَةٍ کے معنی ہیں " اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں " اَدْعُوْٓا کا مخاطب سارے جن و انس ہیں اور اَدْعُوْٓا میں ضمیرِ متکلم یعنی اَنَا بھی پنہاں ہے۔ اس کی صراحت خود مفسرین بھی کرتے ہیں دوسری بات یہ کہ اَدْعُوْٓا کا مطلب ہے، بطریق

دعوت بلاتا ہوں ۔ بطریق دعوت وہی بلاتا ہے جو مامور بالدعوت ہو لہٰذا لفظِ اَدْعُوْا سے کسی کھینچ تان کے ساتھ دعوت کا مفہوم پیدا کرنے کی مجبوری نہیں ہے ۔ حضور نبیِ کریم ﷺ خدا کی طرف سے مامور بالدعوت ہیں ۔ آپؐ کو رسولؐ بنا کر بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ آپؐ لوگوں کو توحید کی دعوت دیں اور خدا اور اس کے احکام پر ایمان لانے کی دعوت دیں ۔ لوگوں کو خدا کی طرف بلانا حضور نبیِ کریم ﷺ کا فرضِ منصبی ہے ۔ حضور ﷺ کے امتیوں میں سے عام اس سے کہ وہ کوئی خاص امتی ہو یا عام امتی ہو، اپنی استعداد اور اپنی استطاعت ، اپنی صلاحیت اور حوصلے کے مطابق کارِ تبلیغ و اشاعتِ دین انجام دے سکتا ہے ۔ لوگوں کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی ہدایت کر سکتا ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان اور ایک وفادار امتی ہونے کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ وہ فروغِ دین میں بساط بھر کوشش کرتا رہے ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دین کا ایسا کوئی بطلِ جلیل ، ایسا کوئی عبقری عالم ، ایسا کوئی امامِ فن ، ایسا کوئی شیخ الاسلام ، منجانب اللہ مامور بالدعوت بھی ہے یا دعوت الی اللہ اس کے فرائضِ منصبی میں داخل ہے ۔ ایک مامور من اللہ اور غیر مامور من اللہ میں یہی بنیادی فرق ہے کہ غیر مامور من اللہ نہ مامور بالدعوت ہے اور نہ دعوت کرنا اس کے منصب کی ذمہ داری ہے ۔ برخلاف اس کے کہ مامور من اللہ کو چاہے کہ وہ اللہ کا رسول ہو کہ خلیفہ ، اگرچہ کہ اللہ کا ہر نبی و رسول بھی اللہ کا خلیفہ ہی ہوتا ہے ۔ ہر حال میں اپنا دعوتی فرض ڈیوٹی کے طور پر انجام دینا پڑتا ہے ۔ یہ ڈیوٹی ہمہ وقتی ہے ، حالات وقت اور مقام کے تعین سے مشروط نہیں ۔ یہ مامور من اللہ کی مرضی پر منحصر نہیں کہ جب چاہے دعوت دے ، جب چاہے رک جائے ۔ اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی وہ :- وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ ۞ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ ۞ (سورۃ النجم۔آیت 3-4) ترجمہ :- (اور (محمدؐ) نہ ہی اپنی خواہشِ نفسانی سے بات کرتے ہیں ۔ اُن کی بات صرف وحی ہے جو اُن کی طرف بھیجی گئی ہے) کے بموجب صرف اللہ کی مرضی اور حکم کا پابند ہوتا ہے ۔ اس کے فرائض میں داخل ہے کہ جگہ جگہ جائے اور پیغامِ الٰہی پہنچائے چاہے وہاں

مجمعِ منکراں ہو یا حلقۂ یاراں۔ کیا کوئی بھی ذی فہم کہہ سکتا ہے کہ یہ دونوں قسم کی دعوتیں ایک جیسی ہیں؟ ایک ہی درجہ ایک ہی سطح اور ایک ہی نوعیت کی ہیں اور کیا ان کے درمیان کوئی یکسانیت و مساوات ہے؟ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک ایسے شخص کی دعوت، جو نہ منصبِ دعوت پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہوا ہو، نہ بطورِ فرض اس ڈیوٹی کو انجام دینے کے لئے پابند کیا گیا ہو، کس طرح ایک خلیفتہ اللہ اور مامور من اللہ کی دعوت کے برابر اور ہم پلہ ہوجائے گا۔ مامور من اللہ اور غیر مامور من اللہ کو ایک ہی صف میں کھڑا کردینا "دیانتِ فکری" اور "شرافتِ ایمانی" کا لازمہ تو نہیں ہوسکتا۔ قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی مسلمانوں کو "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کی تاکید کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے احکام جہاں بھی ملیں گے اُن کی نوعیت عمومی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ کسی کو خاص طور پر منتخب کرکے مامور بالدعوت کی حیثیت سے معین و مقرر فرمایا گیا ہو ایسا کوئی اشارہ وکنایہ ہی کم ازکم کسی شخص کے بارے میں قرآن وحدیث میں موجود ہو۔

اب آگے چلیئے۔ آیتِ کریمہ میں اس ارشادِ پاک "اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ قف عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ" کے بعد تعین فرمایا جارہاہے۔ خدا کی طرف بصیرت یعنی بینائی پر بطریق دعوت بلانے والوں کا یہ بطریق دعوت، خدا کی طرف بلانے والے کون ہیں، وہ ہیں "اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ" حضور نبیِ رحمت ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ کہو خدا کی طرف بلانے والی مامور بالدعوت ذات میری ہے اور (میرے بعد) مامور بالدعوت میرا تابعِ تام ہے۔ "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" عطف واقع ہوا ہے "اَنَا" اور "مَنِ اتَّبَعَنِی" دونوں پر یکساں مرتب (1) ہوگا، ورنہ "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" کے عطف ہونے کا کوئی مقصد ہی نہ ہوگا۔ لازماً جو فرائض اور جو ذمہ داریاں اور جو منصبِ دعوت اس "اَنَا" سے متعلق ہوگا بدیہی طور پر اس کا اطلاق "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" پر بھی ہوگا۔ آیتِ شریفہ صاف بتا رہی ہے کہ ان دونوں دعوتوں میں کوئی تفریق و امتیاز نہیں ہے۔ یہ "اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ" دونوں باعتبار منصب یکساں مامور بالدعوت ہیں۔

(1) " علمِ نحو کا ضابطہ ہے ،" العطف بالحروف تابع ینسب اللہ مانسبت الٰی متبوعہ و کلاھما مقصود ان بتلک السبۃ " یعنی معطوف بحروف ایسا تابع ہے کہ اس کی طرف وہی نسبت کی جائے گی جو اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو اور ان دونوں کا مقصود ایک ہی نسبت سے متعلق ہو۔" (دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل ص3 مولفہ حضرت مولانا ابو سعید سید محمود تشریف اللہیؒ) میرا یہ مضمون مکمل ہو چکا تھا کہ حضرت میاں سید خدابخش میانجی صاحب مدفیوضہٗ نے مولانا مرحوم کا یہ رسالہ مجھے از راہِ عنایت فراہم فرمایا اور ضروری افادہ کی خاطر وہیں سے دو ایک حوالے میں نے حاشیہ میں دیدیئے ہیں۔ اس عنایت پر حضرت موصوف کا میں بہت ممنون ہوں۔

ایک منفرد اور واحد تابعِ تام ہے کوئی دوسرا تابع نہیں۔ حضور خاتم الرسل ﷺ کے بعد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر قیامت تک جتنے بھی مسلمان ہوں گے وہ سب کے سب بفرقِ مراتب تابع ہی کہلائینگے اور بلحاظِ استعداد ان کا اتباع یکساں نوعیت کا نہ ہوگا مگر ان میں سے کوئی تابعِ تام نہیں ہوسکتا، اس لئے نہیں ہوسکتا کہ قولاً و فعلاً و حالاً نبیِ کریم ﷺ کی تبعیتِ تامہ بتائیدِ الٰہی ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ تابعِ تام کا مطلب ہے حضور خاتم الرسل ﷺ کا یوحیٰ الٰہی ایسا اتباع کرنے والا کہ حضور ﷺ کے اور اُس کے قول و فعل و حال میں سرِ مو فرق نہ آئے۔ بس سب کچھ وہاں اصالتہً ہے اور یہاں تبعاً اور یہ اصالت و تبعیت بھی دراصل اصطلاحات کا پردہ ہے، ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہے لہٰذا یہ اختصاص اور تبعیتِ تامہ جو مہدی ِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منصوصاً حاصل ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے۔ مہدی ِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا باقی جتنے تابع ہوں گے یا تو وہ اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے علم و ادراک کے مطابق حقِ اتباع ادا کرنے کی کوشش کئے جائینگے یا پھر اُن کا یہ اتباع براہِ راست مؤید من اللہ نہ ہوگا۔ اگر فرضاً و تقدیراً منجانب اللہ رہنمائی ہو بھی تو اُن کی حیثیت مامور بالدعوت کی سی نہ ہوگی ،

برخلاف اس کے تابعِ تام جس سے صرف مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس مراد ہے ، اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور بالدعوت ہے ۔ ان کا تابعِ رسولؐ ہونا اپنی فہم و دانش اور اپنے علم وادراک کی روشنی میں نہیں بلکہ واسطہ براہِ راست خدا کے حکم اور اس کی تائید ونصرت پر مبنی ہے ۔ چنانچہ حدیثِ شریف " انہ یقفوااثری ولایخطی" سے بھی یہی ثابت ہے ، یعنے فرض دعوت الی اللہ کی ادائیگی میں بھی آپؑ سے کوئی لغزش اور چوک نہ ہونے پائے گی ۔ " طابقۃ النعل بالنعل" آپؑ اس طرح رسول ﷺ کے قدم بقدم چلیں گے اس اتباعِ تام پر اصل ہی کا گمان گزرے گا ۔

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ امرِ دعوت کی اس تخصیص میں حضور خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ دوسرے تمام منصبِ دعوت میں کس طرح شریک ہو جائینگے جب کہ دعوت الی اللہ ان میں سے کسی کا فرضِ منصبی نہیں ہے، اگر ہے تو بتایا جانا چاہیئے کہ ان سب حضرات کے منصوصاً مامور بالدعوت ہونے کی دلیلِ قطعی کیا ہے ؟ اگر " اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ " کی اس تخصیص میں ہر اُس مبلغ کو بھی جو شد بد علمِ دین رکھتا ہو شامل کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا کھل کر اظہار فرماسکتے تھے اور اللہ عزوجل کو (معاذاللہ) کچھ عجزِ کلام لاحق نہ تھا ۔ (1) قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ؔقف عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ ط وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ الآیتہ اللہ عزوجل کا فرمان اور حکم ہے ، نصِ صریح ہے ، حکمِ قطعی ہے ، کسی مشاعرہ کے لئے دیا ہوا مصرعہ طرح نہیں کہ جیسا جس کے جی میں آئے اس پر تفریحاً طبع آزمائی کردے ۔

اب میں اس گفتگو کے بعد علمائے تفسیر کے چند تفسیری حوالے اپنے بیان کی تائید میں یہاں پیش کروں گا ۔

آیتِ محولۂ صدر کی تفسیر میں امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری کہتے ہیں ۔

(1) اس لفظِ "من" سے بعض نے حضرت علیؓ کی ذات مراد لی ہے اور دلیل اُن کی طرف سے یہ دی جاتی ہے کہ خدا نے " مَنِ اتَّبَعَنِي " بصیغۂ واحد فرمایا ہے اگر اس سے دوسرے لوگ مراد ہوتے تو " مَنِ اتَّبَعَنِي " کی بجائے وَالَّذِيْنَ اِتَّبَعُوْنِيْ (اور وہ لوگ جو میرا اتباع کریں گے) بصیغۂ جمع فرماتا۔ (قرآنِ شریف مترجمہ فرمان علی عالم اجل و ممتاز الافاضل ص 395 بحوالۂ دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل ص 3) فرمان علی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ بات تو ٹھیک کہی گئی کہ " مَنِ اتَّبَعَنِي " بصیغۂ واحد فرمایا گیا ہے لیکن یہ تعیّن کہ اس سے حضرت علیؓ مراد ہیں بچند وجوہ غلط ہے اور وجوہ کی صراحت اسی مضمون میں کردی گئی ہے۔

قل یا محمد لهم هٰذه التی هی الدعوة الی الایمان سبیلی و سیرتی و قوله ادعوا الی الله تفسیر سبیلی و علٰی بصیرة یتعلق بادعوواءنا تاکید المستتر فی ادعو و من اتبعنی عطف علیه و یجوزان یکون علٰی بصیرة حالامن ادعو عاملة فی اناومن التبعنی و یجوزان یکون اتامبتدراء معطوفاً علیه و من اتبعنی و علٰی بصیرة خبرا مقدمافیکون ابتداً اخبارانه و من اتبعه علٰی حجة و برهان لاعلٰی هوی و تشه۔	اے محمدؐ ان کو سنا دیجئے کہ یہ دعوت الی الایمان میرا راستہ ہے اور میری روش ہے اور ارشادِ خداوندی اَدْعُوْا اِلَى اللهِ لفظِ سبیلی کی تفسیر و تصریح ہے۔ اور لفظِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ متعلق ہے اَدْعُوْا سے اور لفظِ اَنَا بطورِ تاکید ہے اس ضمیر کے لئے جو لفظِ اَدْعُوْا سے حال قرار دینا بھی درست ہے جو لفظ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کا عامل ہے اور ہوسکتا ہے کہ لفظِ اَنَا مبتدا، اور معطوف علیہ بھی ہو وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کے لفظ سے اور عَلٰى بَصِيْرَةٍ خبرِ مقدم ہے اور اس خبر کے نظر کرتے یہی خبر اب

مبتداء ہوجائے گی اور مَنۡ اِتَّبَعَہٗ جو کہا گیا ہے وہ بطورِ حجت وبرہان ہے نہ کہ ہویٰ نفس اور پراگندگیءِ ذہن کی بنیاد پر۔

(تفسیرِ جامع البیان سورۃ یوسف ؁ 62 طبع مصر)

امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری کی تفسیر ہے:-

(هٰذہٖ سبیلی) هٰذه سبیلی التی هی الدعوة الی الایمان و التوحید سبیلی والسبیل والطریق یذکر ان یؤنثام ثم فسر سبیله بقوله (ادعواالی الله علٰی بصیرة)ای ادعوالی دینه مع حجة واضحة غیر عمیاءٍ و(اَنَا) تاکید للمستتر فی ادعو(ومن اتبعنی ویجوز ان یکون أنا مبتداء و علٰی بصیرة خبرا مقدما و من اتبعنی عطفا علی أنا اخبارا مبتدأ بأنه و من اتبعه علٰی حجة و برهان لاعلی هوی و یجوزأن یکون علٰی

(هٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ) یہ راستہ تو دراصل ایمان اور توحید کی دعوت ہے ۔ سبیلی، سبیل کے معنی ہیں راستہ، والطریق، اور طریق کے معنی بھی وہی راستہ ہیں، یہ دونوں لفظ مؤنث ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر سبیلہٖ کی تفسیر کی گئی جیسا کہ ارشادِ باری ہے ۔ (اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ) یعنے بلاتا ہوں میں اس دین کی طرف حجتِ واضحہ کے ساتھ اور ہوش گوش کے ساتھ اور اَنَا تاکید ہے لفظِ اَدۡعُوۡا میں ضمیر

بصيرة حالا من أدعو عاملة الرفع فى أنا و من اتبعنى۔

مستتر کے لئے (وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ) اس پر عطف ہے۔

ارادہ کرتا ہوں کہ بلاؤں میں اُس کی طرف اور بلائے وہ بھی جس نے میرا اتباع کیا۔ اور یہاں جائز ہے کہ اَنَا کو بطور مبتداء اور عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ کو بطورِ خبر مقدم سمجھیں اور مَنِ اتَّبَعَنِیۡ عطف ہے اَنَا پر ایک ایسی خبر جو جملہ میں بطورِ مبتداء واقع ہوئی ہے تو حاصل یہ کہ وَمَنۡ اِتَّبَہ‘ جس نے میرا اتباع کیا (وہ اتباع) بربناءِ حجت و برہان ہوگا نہ کہ ہویٰ و ہوس کی بنیاد پر اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ کو ہم لفظِ اَدۡعُوۡا سے حال قرار دیں جو ایک قریبی عامل ہے اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ میں۔

(تفسیرِ کشاف جلد اول، سورۃ یوسف ص402 طبع مصر)

امام جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری کی تفسیر ہے۔

(هٰذه سبيلى) هٰذهٖ سبيل التى هى الدعوة الى الايمان والتوحيد سبيلى و السبيل و الطريق يذكران يؤنثان ثم

(هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ) یہ راستہ تو دراصل ایمان اور توحید کی دعوت ہے۔ سبیلی اور سبیل کے معنی ہیں راستہ،

فسر سبيله بقوله (ادعواالى الله علٰى بصيرةٍ) أى ادعوا
الى دينه مع حجة واضحة غير عمياء و (انا) تاكيد
للمستترفى ادعوا(ومن اتبعنى) عطف عليه يريد
ادعواليها أنا و يدعواليها من اتبعنى و يجوزأن يكون
أنا منتداء و علٰى بصيرة خبرا مقدما و من اتبعنى
عطفا علٰى أنا اخبارا مبدأ بأنه ومن اتبعه علٰى
حجة و برهان لا علٰى هوى و يجوزأن يكون علٰى بصيرة
حالا من أدعوعاملة الوقع فى أنا و من اتبعنى۔

والطریق، اور طریق کے معنی بھی وہی راستہ ہیں۔ یہ
دونوں لفظ مونث ہی استعمال کیے گئے ہیں۔ پھر
سَبِيْلِهٖ کی تفسیر کی گئی جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔
(اَدْعُوْااِلَى اللهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ) یعنے بلاتا ہوں میں
اس کے دین کی طرف حجتِ واضحہ کے ساتھ اور
پورے ہوش گوش کے ساتھ۔ اور اَنَا تاکید ہے لفظِ
اَدْعُوْا میں ضمیر مستتر کے لئے (وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ) اس
پر عطف ہے، ارادہ کرتا ہوں کہ بلاؤں میں اس کی
طرف اور بلائے وہ بھی جس نے میرا اتباع کیا۔ اور
یہاں جائز ہے کہ اَنَا کو بطورِ مبتداء اور عَلٰى بَصِيْرَةٍ کو
بطورِ خبر مقدم سمجھیں۔ اور مَنِ اتَّبَعَنِىْ عطف ہے اَنَا
پر ایک ایسی خبر جو جملہ میں بطورِ مبتداء واقع ہوئی ہے تو
حاصل یہ کہ وَمَنِ اتَّبَعَه، جس نے میرا اتباع کیا (وہ

اتباع) برہنماءِ حجت وبرہان ہوگا نہ کہ ہوٰیٰ و ہوس
کی بنیاد پر اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عَلٰی بَصِیْرَةٍ کو ہم
لفظِ اَدْعُوْا سے حال قرار دیں جو ایک قریبی عامل ہے
اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں۔

(تفسیر کشاف جلد اول، سورۂ یوسف ، 402 طبع مصر)

میں نے اوپر یہ دو حوالے نمونتہً پیش کئے ہیں۔ ابنِ جریر الطبری اور جاراللہ الزمخشری ہر دو مفسرین کا کہنا یہی ہے کہ اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیْ دونوں لفظوں پر لفظِ اَدْعُوْا عامل ہے یعنی دونوں لفظوں اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں سے کوئی لفظ بھی اَدْعُوْا کے دائرۂ عمل سے خارج نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ لفظِ اَنَا پر عطف واقع ہوا ہے۔ یعنے اس عطف کی بناء پر جو حکم اَنَا کا ہوگا وہی حکم مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا بھی ہوگا یوں کہیئے کہ اَدْعُوْا کے عامل ہونے کے باعث اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کی دعوت میں کوئی فرق و امتیاز نہ ہوگا۔ تیسری بات جو ان مفسرین نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا یہ اتباع بر بناءِ حجتِ واضحہ و برہانِ قاطعہ ہوگا۔ اس میں اس کی اپنی ہوٰی یا خواہشِ نفسانی کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ علامہ زمخشری نے قواس کے ساتھ غیر عمیاءٍ کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ اب اور کیا چاہیئے۔ اتنا ہے کہ ان مفسرینِ کرام نے متعین طور پر یہ صاف نہیں کہا کہ یہ صاحبِ حجت و برہان صرف امام مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات ہے۔ اگرچہ کہ اس سے مراد ان کے نزدیک آپؑ کی ذاتِ اقدس ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ انھوں نے ہراس تابع کے ،جو اپنے آپؑ کو مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا مصداق قرار دیتا ہو، صاحبِ حجت و برہان ہونے کی

نفی کردی ہے کیونکہ ہر شخص کا خاص ہو کہ عام، صاحبِ حجت و برہان ہونا ممکن نہیں ۔ اب یہ تین باتیں یعنی اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ ہر اَدۡعُوۡا کا عامل ہونا، اَنَا پر مَنِ اتَّبَعَنِیۡ عطف ہونا ، اور مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کا حجت و برہان پر ہونا، امام مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی دوسرے فردِ امت پر منطبق ہوتا ہی نہیں ۔

تسلیم کہ بعض نیک نفس بندگانِ خدا خود اپنی مرضی سے یا ہویٰ و ہوس کے باعث یا کسی ذہنی انتشار کی بناء پر نہیں ، محض اخلاص فی الدین اور للہیت کے جذبہ کے تحت لوگوں کو خدا کے راستہ پر بلاتے ہوں گے اور تاریخ بھی اُن کی دعوت الی اللہ کی گواہ ہے مگر وہ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کا مصداق کیونکر قرار پائیں گے اور صاحبِ حجتِ واضحہ و برہانِ قاطعہ کس طرح ہو جائینگے ۔ اگر فقط حوالوں سے کام چل سکتا تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ میں اس کے علاوہ کچھ اور بھی تفسیری حوالے پیش کرنے کے موقف میں تھا، مگر کس کے لئے؟ خیر، آپ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ کو کیا کہیں گے وہ تو دو ٹوک انداز میں دھڑلے سے کہتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں مَنِ اتَّبَعَنِیۡ سے مراد صرف اور صرف مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذات ہے ۔ ذرا اُن کی تفسیر بھی دیکھتے چلیے فرماتے ہیں:-

فینظر فی عین کل مدعؤ من یدعوہ فیری ما یمکن لہ'	یہ بات اس نقطۂ نگاہ سے دیکھی جائے گی کہ ہر
الاجابۃ الی دعوتہ فیدعوہ من ذلک ولو بطریق الالحاح	داعی جس مقصد کی طرف بلاتا ہے تو دیکھنا یہ ہے
لاثامۃ الحجۃ علیہ خاصۃ فان المھدی حجۃ اللہ علی	کہ آیا وہ دعوت قابلِ قبول بھی ہے یا نہیں؟
اھل زمانہ وھی درجۃ الانبیاء التی تقع فیھا المشارکۃ	پس دعوت کا یہی انداز (کہ اس کی بنیاد و اساس
قال اللہ تعالٰی ادعواالی اللہ علٰی بصیرۃ اناومن اتبعنی	دیکھی جاتی ہے) یا یہ دعوت ، بطورِ اصرار و تاکید

اخیر بذلک عن نبیه صلی اللہ علیه و سلم فالمھدی
ممن اتبعه و ھو صلی اللہ علیه و سلم لایخطی فی دعا
ئه الی اللہ فمتبعه لا یخطی فانه یقفوااثره و کذاوردالخبر
فی صفة المھدی انه قال صلی اللہ علیه وسلم یقفوا
اثری و لایخطی و ھٰذہ ھی العصماء فی الدعاء الی اللہ

ہے۔ اب یہاں یہ نہ دیکھا جائیگا کہ اس بلاوے
پر کس نے توجہ دی اور کس نے نہ دی کیوں کہ
اس دعوت کا سوادِ اعظم حجت کا قائم کرنا ہے اور
اس میں ایک طرح کی خصوصیت صرف مہدیؑ کے
لئے ہے۔ بلاشبہ مہدیؑ اہلِ زمانہ کے لئے اللہ کی
حجت ہیں، اور یہ حجت، حجتِ انبیاء کا وہ درجہ ہے
جس میں مہدیؑ کو مشارکت حاصل ہے اللہ تعالٰی کا
ارشاد ہے کہ میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف بینائی پر میں
اور وہ بھی جو میرا متبع ہے۔" حضور ﷺ نے اس
بات کی خبر دی ہے کہ مہدیؑ جس کا اتباع کرینگے وہ
ذاتِ اقدس ہوگی سرورِ کائنات ﷺ کی جو اپنی
دعوت الی اللہ میں خطا نہ کرے گی۔ پس آپؐ کا متبع
(تابِع تام) بھی اپنی دعوت میں خطا نہ کرے گا۔
اس لئے کہ وہ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

اوصافِ مہدیؑ جو کچھ بیان کئے گئے ہیں اس میں یہ
حدیث بھی وارد ہے کہ فرمایا نبیِ کریم ﷺ نے انہ' یقفوا اثری ولایخطی اور یہ خطا نہ کرنا مقام عصمت ہے جو دعوت الی اللہ کے لئے ناگزیر ہے۔

(فتوحات المکیۃ جلد سوم باب 366 صـ 332 طبع مصر)

ہے کوئی ایسا اہلِ ہمت جو گروہی عصبیتوں اور جماعتی مصلحتوں سے بالاتر ہوکر خدا اور اس کے رسول ﷺ کا اپنا گواہ ٹھیرائے اور کسی لاگ لپیٹ کے بغیر اظہارِ حق کرے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ائمہٴ تفاسیر میں حضرت ابنِ عربیؒ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ دل اور خدا شناس بزرگ گزرے ہیں، اور یہ اور اُن کے علاوہ صاحبِ تفسیر جامع البیان، صاحبِ تفسیرِ کشاف جن کی تفسیروں کے اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں امام مہدیِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ باکرامت سے بہت پہلے گزرے ہیں مگر ان کی پیش بینی پر کس کی نگاہ گئی اور کس نے اُن کی معروضات کو لائقِ التفات سمجھا۔

ملال ہوتا ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی جن کی قرآن فہمی اور ژوف نگاہی کی شرق تا غرب دھوم دھوم ہے اپنی عادت کے خلاف اس آیتِ کریمہ کی تفسیر ہی نہیں کی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا اور تفسیر گول کر گئے۔ ذرا ان کی آزاد شاعری ملاحظہ کیجئے ارشاد ہوتا ہے۔

" میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے "۔

(تفہیم القرآن جلد دوم۔ 437 آیت 108 سورۂ یوسف)

یہ آیتِ کریمہ کا صرف " ترجمہ " یا " ترجمانی " سے ظاہر ہے کہ موصوف نے آیتِ شریفہ کو چار الگ الگ حصوں میں کچھ اس طرح تقسیم کر دیا جیسے آیتِ کریمہ کے ہر ٹکڑے کا ایک جداگانہ مضمون ہو۔ مگر دراصل ان کے اس اندازِ ترجمانی سے چار نہیں تین ہی مطالب کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس " ترجمہ " کے باعث آیتِ کریمہ کی ترتیب بھی کچھ اس طرح ہو جاتی ہے۔

(ا) " میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں "

(ب) " میرا راستہ تو یہ ہے، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ "

(ج) " اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ "

یہاں گفتگو ترجمہ کے ابتدائی دو حصوں سے ہے۔ اب غور فرمایئے مولانا مودودی نے آیتِ کریمہ کا جو مندرجہ بالا ترجمہ کیا ہے آیا در حقیقت وہی آیتِ کریمہ کا مقصود و مدعاء ہے۔ مودودی صاحب کے پیشِ نظر اس سے بحث نہیں کہ قدیم و جدید تمام ہی کتبِ تفاسیر رہی ہوں گی یا نہیں۔ سرِ دست دیکھنا یہ ہے کہ کیا انھوں نے ترجمہ میں وہی اسپرٹ باقی رکھی ہے جو آیتِ شریفہ کے سیاق سے ظاہر ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ چند ایک مفسرین کے قطع نظر جن کا سینہ اللہ پاک نے قرآن کے معانی و مطالب کے اِدراک کے لئے کھول دیا تھا اور جن میں سے بعض نے رمز و کنایہ میں، اور بعض نے صاف صاف مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کی تعیئین کی تھی، باقی تمام ہی مفسرینِ ماضی و حال نے مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کو کسی معقول وجہ کے بغیر درجۂ عموم میں رکھکر ہر عالم و جاہل اور ہر فاضل و اُمی کو اس فضیلت سے مشرف فرما دیا۔ نیز کسی

ایک فرد کو لفظِ مَنۡ کا مصداق قرار دینے کے لئے بھی بعض متقدمین کے سامنے کوئی معین صورت نہ تھی اور ویسے علمِ ظاہر کا جغرافیہ ہی کیا وہ اپنے حدود و اربعہ سے آگے جاسکتا بھی نہ تھا ، کشفِ اسرار اور فہمِ قرآن کے لئے بے کدورت ذہن اور بے غبار قلب کے علاوہ توفیقِ الٰہی ضروری ہے ۔ علمِ ظاہر کے باعث دل و دماغ کا زنگ آلود ہوجانا اور قبولیتِ انوارِ تجلیات سے محروم ہوجانا اہلِ طریقت کے نزدیک ایک مانی ہوئی حقیقت ہے ۔ ذہن وقلب کی صفائی ذکرِ الٰہی اور علمِ صیقل گری سے ہوتی ہے جس کو عرفِ عام میں علمِ لدنی یا علمِ احسان کہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ظاہر کے خیالات وآراء باہم متفاوت و متضاد اور محققینِ صوفیہ کے تعبیرات متحد المعنی نظر آئیں گے ۔ ان وجوہ کے پیشِ نظر علمائے ظاہر کا چاہے اُن کو کتنا ہی تقدمِ زمانی حاصل ہو مَنِ اتَّبَعَنِیۡ سے معنیٰ عموم مراد لینا قابلِ فہم ہے ان بے چارون کا علمِ ظاہر سے سے زیادہ کی گنجائش ہی نہیں رکھاتا تھا ۔ ع

کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

جمہور کے تمام مفسرین نے توجیہے منصوبہ بند انداز میں التزاماً مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کے معنئے عموم ہی مراد لئے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بعد کے اہلِ تفاسیر کے پیشِ نظر کچھ ذہنی تحفظات بھی تھے اور اس کے کچھ اسباب بھی تھے جس کے اظہار کا یہ محل نہیں ۔ تاہم اس پیش بندی کے باوجود لفظِ مَنۡ کو جو ضمیرِ واحد غائب ہے ذاتِ مہدیء موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف پھیرنے کا راستہ بند نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ لیکن داد دیجئے مولانا مودودی کی ذہانت کو کہ انھوں نے یہ تدبیر بھی آزمائی اور ان تمام گنجائشوں کے کھڑاگ سے بچنے کے لئے ترجمہ کی ٹکنک ہی بدل دی ۔ اب جو موصوف نے آیتِ زیرِنظر کا ترجمہ فرمایا اس کا مطلب اس کے سوا نہیں نکلتا کہ :

"میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اللہ کی طرف بلانے والا ایک میرے سوا کوئی دوسرا ہے ہی نہیں، میرا راستہ تو یہ ہے کہ، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، خواہ اب تم میرے اس راستہ پر آؤ یا نہ آؤ میں تو اپنا فرضِ دعوت پورا کر چکا"

موصوف کے ترجمہ میں " میرے ساتھی " کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد صحابہٴ کرامؓ کی جماعت ہی لی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا مطلب اس " میرے ساتھی " کا نکلتا ہی نہیں کیونکہ اس وقت حضورِ اکرم ﷺ کے جو ساتھی تھے وہ صرف صحابہؓ ہی تھے، دوسرے مسلمان نہ تھے، اب دیکھئے موصوف کے اس ترجمہ کا:

"میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ " میرے ساتھی " یعنی صحابہؓ حقِ دعوت سے محروم ہیں۔ اس ترجمہ سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ حقِ دعوت صرف حضور خاتم الرسل ﷺ ہی کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں کیونکہ " میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں " کا اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا مفہوم لیا ہی نہیں جا سکتا۔ پھر اس کے بعد جو یہ ترجمانی کی گئی کہ:

"میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

تو اس کا مطلب یہ کہاں نکلتا ہے کہ " میرے ساتھی " کو بھی اللہ کی طرف بلانے کا حق حاصل ہے۔ اللہ کی طرف بلانا ایک علحدٰہ بات ہے، اور روشنی میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا راستہ دیکھنا بالکل ایک دوسری بات۔ انصاف کیجئے کہ آیتِ قرآنی کا کیا یہی حقِ ترجمانی ہے جو ادا فرمایا گیا۔

پھر موصوف نے ترجمہ میں " راستہ " اور" روشنی " سے حضورِاکرم ﷺ کے ساتھ صرف جماعتِ صحابہؓ ہی کو متعلق و مخصوص کردیا اس لئے کہ ان کے " میرے ساتھی " کہنے کا یہی منشاء ہے ۔ انھوں نے پچھلے مفسرین کے معنی عموم پر نظر ڈالی تو غالباً بے چین ہوگئے کہ ارے تم لوگ یہ کیا نا سمجھی کر بیٹھے تم جس انداز میں مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا مصداق ہر متبع کو قرار دے رہے ہو اس کے نتیجہ میں معنی عموم مراد لینے کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا ۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی شخص کو اس کا مصداق قرار دینے کی گنجائش بہرحال باقی رہے گی ۔ سب سے بہتر تدبیر یہ رہے گی کہ اَدْعُوْااِلَی اللّٰہِ کے دائرۂ عمل سے اَنَاوَمَنِ اتَّبَعَنِی کو منقطع اور خارج کردیا جائے ۔۔۔ اور پھر مَنِ اتَّبَعَنِیْ کو " میرے ساتھی " یعنی جماعت، صحابہؓ تک ہی محدود و مختصر کر دیا جائے ۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ! تاکہ آئندہ کسی تاویل تعبیر کے امکان کا راستہ ہمیشہ ہی کے لئے بند ہوجائے ۔ اسی کا نام ہے ترجمۂ آزاد یا تفسیر بالرائے ۔۔۔

ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی !

صاحبِ تفہیم الاقرآن تو اب اس دنیا میں نہیں رہے البتہ ان کے متبعین میں سے کوئی صاحب اٹھکر کہہ سکتے ہیں کہ مولانا مودودی اس طرزِ ترجمانی میں منفرد نہیں ہیں اُن سے پہلے بعض دوسرے مفسرین نے بھی یہی کیا ہے یعنی ان اہلِ تفاسیر نے لفظِ اَنَا کو مبتداء اور عَلٰی بَصِیْرَةٍ کو خبرِ مقدم ،اور وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ کو اَنَا پر عطف قرار دے کر عَلٰی بَصِیْرَ ةٍ کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ سے مربوط و متعلق کرکے ترجمہ کیا ہے ۔ ہم کہیں گے کہ قرآن فہمی میں سہولت کی خاطر یا اس وقت کے عام مذاق اور رواج کے مطابق ہوسکتا ہے کہ ائمہ تفاسیر نے اس آیتِ کریمہ کی نحوی ترکیب کو بھی بیان کرنا مناسب خیال کیا ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ مفسرینِ کرام بھی اپنی کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہتے ، وہ ایک تفسیر کرنے کے بعد پھر یجوزان یکون یا اَوْ جیسے الفاظ لکھنے کے بعد معاً اپنی دوسری رائے بھی پیش

کر دیتے ہیں یا اپنی اسی رائے کو نحوی اصطلاحوں میں یا دوسرے متبادل لفظوں میں بدل بدل کر بار بار پیش کرتے ہیں۔ یہ تفسیری موشگافیاں غالباً یا تو اس لئے کی جاتی ہیں کہ آیت کا مفہوم پڑھنے والے کے اچھی طرح ذہن نشین کرادیا جائے یا پھر یہ بات ہے کہ وہ آیت کا مفہوم و مدعاء قطعیت کے ساتھ متعین کرنے سے قاصر ہیں۔ موخرالذکر صورت، رائے میں اضطراب کی علامت ہے اور یہ ایک ایسا احساس ہے جو ایک ہی آیت کے ایک سے زیادہ تفسیری حواشی دینے پر مجبور کرتا ہے لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ از ابتداء تا انتہا ایک ہی آیت کے تحت دیئے جانے والے تمام ہی تفسیری حواشی سے اتفاقِ رائے کیا جائے۔ علامہ زمخشری جن کی تفسیر کا اوپر حوالہ آچکا ہے اپنی پہلی تفسیر کے آخر میں لفظ اَوۡ لکھکر دوسری تفسیر بھی قریب قریب وہی کی ہے جو علامہ طبری اور علامہ مخشری نے کی ہے۔

بنظرِ سہولت تفسیرِ مدارک کی متعلقہ عبارت ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔

(قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ) هٰذه السبيل التى هى الدعوة الى الايمان والتوحيد سبيلى و السبيل و الطريق يذكران و يونثان ثم فسر سبيله بقولهٖ (ادعوآ الى الله على بصيرةٍ) اى ادعوا الىٰ دينه مع حجة واضحة غير عمياء (اَنَا) تاكيد للمستتر فى ادعوا (وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ) عطف عليه اى ادعوا الى سبيل الله و يدعواليه مَنِ اتَّبَعَنِىۡ اَوۡ انا مبتداء و

(قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ) یہ راستہ تو دراصل ایمان اور توحید کی دعوت ہے سَبِيۡلِىۡۤ اور سبیل کے معنے ہیں راستہ، و الطریق اور طریق کے معنی بھی وہی راستہ ہیں، یہ دونوں لفظ مؤنث ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر سبیلهٖ کی تفسیر کی گئی جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ) یعنے بلاتا ہوں میں اس کے دین کی طرف حجت واضحہ کے ساتھ اور پورے ہوش گوش کے ساتھ (اَنَا)

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف علٰی انا یخبر ابتدأ بانه ومن اتبعه علی حجۃ وبرھان لا علٰی ھویٰ ۔۔ الخ	تاکید ہے لفظِ اَدْعُوْا میں ضمیرِ مستتر کے لئے وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ اس پر عطف ہے یعنی بلاتا ہوں میں اللہ کے راستہ کی طرف اور بلائے گا وہ بھی اس راستہ کی طرف جس نے میرا اتباع کیا۔ یا۔ اسے یوں کہیئے کہ اَنَا مبتداء ہے عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم ہے اور مَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف ہے اَنَا پر اور اب یہی خبر مبتداء ہو جائے گی کیونکہ وَمَنْ اِتَّبَعَہٗ جس نے میرا اتباع کیا وہ اتباع بربناء حجت و برہان ہوگا نہ کہ کسی خواہشِ نفسانی کی بنیاد پر۔

(تفسیرِ مدارک التنزیل ، 240

کتبِ تفاسیر جامع البیان ، کشاف اور مدارک کی ان تینوں تفسیروں میں معانی و مفاہیم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے بلکہ الفاظ بھی ان سب کے قریب قریب وہی ہیں ۔ ان مفسرینِ کرامؒ نے اپنی ثانی الذکر تفسیر میں عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کا خبر مقدم ہونا جو بتایا ہے بہت ممکن ہے اسی کو دلیل کے طور پر پیش کرکے مودودی صاحب کے زیر بحث ترجمہ کا جواز ثابت کیا جائے لیکن جہاں تک ہم نے غور کیا ایسی کوئی صورت موصوف کے ترجمہ میں نظر نہیں آتی ۔ یہ پہلے ہی بتایا جاچکا ہے کہ مفسرِ موصوف نے اس آیتِ کریمہ کی کوئی تفسیر ہی نہیں کی صرف ترجمہ پر اکتفا فرمایا ہے ۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے یہ ترجمہ کس مفسرِ قرآن کے تتبع میں کیا ہے اس کا حوالہ پیش کرنے سے ان کی

تفسیر تفہیم القرآن قاصر ہے۔ لہٰذا مفسرینِ کرام کی اس موخر الذکر تفسیر اور خبر مقدم کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کی یہاں کوئی وجہ نہ تھی لیکن بغرضِ افادۂ عام اس پر بھی تھوڑی سی گفتگو کر لینے میں کوئی مضائقہ تو نہیں ہے۔

علامہ زمخشری اور صاحبِ تفسیرِ مدارک دونوں ہی (عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ) کے تحت کہتے ہیں، ای ادعوا دینه مع حجة واضحة غیر عمیاءٍ یعنے ان مفسرین نے عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ کی تفسیر حجة واضحة غیر عمیاءٍ سے کی ہے۔ نحوی ترکیب کے مطابق لفظ اَنَا (یعنی مبتداء) پر عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ خبرِ مقدم ہے مطلب یہ ہوا کہ اَنَا یعنی حضور خاتم الرسل ﷺ، حجة واضحة غیر عمیاءٍ (یعنی حجتِ واضحہ اور پورے ہوش گوش) کے ساتھ اللہ کی طرف یا مفسرین کے مطابق اللہ کے دین کی طرف بلانے والے ہیں۔ پھر جب قاعدہ کے مطابق اَنَا پر وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ عطف ہے تو اَ نَا (یعنی مبتداء) سے جتنے بھی لوازم متعلق تھے ان کا اطلاق لازماً وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ پر بھی بغیر کسی کمی بیشی کے ہوگا یعنے اس طرح اَ نَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ دونوں کا ایک ہی حکم ہوگا۔ چنانچہ صاحبِ مدارک التنزیل کا بھی یہی قول ہے۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ عطف علٰی انا یحنبو ابتداء بانه ومن اتبعه علٰی حجة و برهان لا علٰی هویٰ۔ اب آپ چاہیں تو عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ (یعنے خبر مقدم) کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ سے مربوط و متعلق کر کے ہزار اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔"

"میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی"

لیکن کسی بھی اعتبار سے نہ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ کو اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کے دائرۂ عمل سے خارج کیا جاسکتا ہے نہ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ کو لہٰذا مودودی صاحب کا مندرجہ صدر ترجمہ ذہنوں میں غیر ضروری الجھن پیدا کرنے کے سوا اپنے اندر کوئی افادیت نہیں رکھتا۔

سچ تو یہ ہے کہ صاحبِ تفہیم القرآن کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ کا ربطِ ظاہری و معنوی اچھی طرح معلوم تھا اور اس پر اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کا عامل ہونا بھی ان سے کچھ پوشیدہ نہ تھا۔ ایسا نہیں کہ اس تعلق سے وہ بالکل بھولے اور معصوم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ کی پوزیشن اس آیتِ کریمہ میں وہی معین کی گئی ہے جو اَنَا یعنی حضور خاتم الرسل ﷺ کی ہے کیونکہ اَنَا کی طرف وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ عطف ہونے کے باعث اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کا اطلاق یکے بعد دیگرے اَنَا اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ دونوں پر یکساں ہو رہا ہے یعنے حضورِ اکرم ﷺ منجانب اللہ بینائی پر بلانے کے لئے جس طرح مامور بالدعوت ہیں بعینہٖ آپؐ کے تابعِ تام امام مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام بھی منجانب اللہ مامور بالدعوت ہیں مگر مولانا مودودی کے لئے یہ ایک اشکال تھا جس کا حل فاضل موصوف نے یہ نکالا کہ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ کو پوری طرح اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ سے مربوط و متعلق کرکے پورے ٹکڑے عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ کو اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کے دائرہ عمل سے بالکل کاٹ کر علحدہ کر دیا۔ اب مبتداء، خبر مقدم، عطف، معطوف الیہ اور اَدۡعُوۡۤا کا عامل ہونا وغیرہ بیک جنبشِ قلم سب برخاست!

ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز *** نامہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں

ان تمام مفسرین نے جو علی الاطلاق معنی عموم کئے تھے اس سے صرفِ نظر کرکے مَنِ اتَّبَعَنِیۡ کو صحابہؓ کرام میں حصر کر دیا اور اس عموم میں بھی اپنے لئے ایک صورتِ جواز نکال لی۔ پھر آیتِ کریمہ کی خود سے کوئی تفسیر نہ کرکے اپنی گلوخلاصی کی راہ بھی ہموار کر لی یعنی بیک کرشمہ دو کار۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

سید شہاب الدین تنہاؔ

24/ رجب المرجب 1403ھ م

8/ مئی 1983ء یکشنبہ

****

(کتبہٗ اشرف مہدوی)